عورت کے اسلامی حقوق سے متعلق کچھ اعتراضات اور ان کے جوابات

مولانا احمد رضا رضوی زرارہ

خلاصہ

اسلام ایک کامل و اکمل دین ہے۔ اس کے تمام قوانین و احکام عقلی اور منطقی ہیں، نہ افراط نہ تفریط۔ جس کو جو حق دیا وہ عین عدل کے مطابق دیا۔ آج دنیا عورتوں کے سلسلے میں مساوات کی بات کر رہی ہے جب کہ اسلام نے مساوات کے ساتھ ساتھ عدل کو محور بنایا تاکہ کسی کا حق ضائع نہ ہونے پائے۔ مساوات ایک اچھا عمل ہے مگر ہر جگہ مساوات سے کام نہیں لیا جا سکتا۔ عورتوں کے سلسلے میں اسلام کہیں مساوات کا قائل ہوا ہے تو کہیں عدالت سے کام لیا ہے۔ جہاں جہاں اجر و ثواب اور جزائے اعمال کی بات کی ہے وہاں مرد و عورت کو مساوی درجہ دیا ہے۔ مگر جہاں حقوق کی بات کی ہے وہاں عدل کو ملحوظ رکھا ہے تاکہ کسی کے ساتھ ظلم و زیادتی نہ ہو سکے۔ اگر اسی نظام عدل کو دنیا قبول کرے تو اسلام پر ہونے والے سارے اعتراضات خود بخود ختم ہو جائیں گے۔ مگر اسلام دشمن عناصر مساوات کی بات تو کرتے ہیں مگر اسلام کے نظام عدل کی بات نہیں کرتے۔

کلیدی الفاظ: اسلام، مرد و خواتین، عدل و مساوات، حقوق

تمام ادیانِ عالم میں دین مبین اسلام کا یہ طرہ امتیاز ہے کہ اس کے تمام قوانین و ضوابط عقل سے سب سے زیادہ قریب ہیں۔ اسلام ایک منطقی اور استدلالی مذہب ہے جو فطرت بشر کے عین مطابق ہے۔ یوں تو ہر مذہب کا یہی دعویٰ ہے مگر جب عقل کی کسوٹی پر اسے تولا جاتا ہے تو اسلام کا اور دیگر ادیان کا فرق صاف ظاہر ہو جاتا ہے اور یہ یہی سبب ہے کہ جو بھی تعصب کی عینک اتار کر اسلام کا مطالعہ کرتا ہے وہ اسلام کا گرویدہ ہو جاتا ہے۔ آج دنیا میں سب سے زیادہ قبول کیا جانے والا مذہب اسلام ہے اور اس کی اہم ترین وجہ اسلام کے احکام و قوانین و ضوابط کا عین عقل کے مطابق ہونا ہے۔

عورتوں کے سلسلے میں بھی اسلام نے جو قوانین بنائے ہیں وہ ان کی صنف کے اعتبار سے عینِ عاقلانہ ہیں اور مرد و عورت کے درمیان جو فرق رکھا ہے اس کی بھی عقلی دلیل دی گئی ہے۔ البتہ بہت سے مقامات پر عورت اور مرد کو برابر رکھا ہے۔ مثلاً مسلمان مرد و عورت، مومن مرد و عورت......سب کے لئے اجر عظیم ہے۔[۱]

مرد و عورت میں سے جو بھی عمل صالح انجام دے گا تو وہ مومن ہے اور جزا جنت ہے۔[۲] اس قسم کی اور بھی آیات موجود ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں کہ مرد و عورت میں اس اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔ البتہ اسلام نے طاقت و قوت استعداد و صلاحیت کے اعتبار سے دونوں میں فرق رکھا ہے۔ استعداد و صلاحیت وغیرہ میں عورت و مرد کا مساوی ہونا یہ ایک مغربی نظریہ ہے جس نے فیمنزم کا پرفریب نعرہ دے کر عورتوں کو صرف بیوقوف بنایا ہے۔ عورتوں کو اتنا مساوی ہونے کا سبق پڑھایا گیا کہ وہ احساس کمتری کا شکار ہو گئیں اور مرد کی برابری کے لئے گھر سے باہر قدم نکال دیے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ اپنے اصلی فرض سے غافل ہو گئیں۔ آج اگر معاشرہ میں بے دینی، گمراہی، ہرج و مرج، فحاشی وغیرہ کا بازار گرم ہے تو اس کی اصل وجہ عورت اور مرد کا اپنے اپنے فرض پر عمل نہ کرنا ہے۔ اسلام نے اصلاح معاشرہ اور بناء معاشرہ کا جو اصول بنایا ہے وہ آج کی دنیا سے بالکل الگ ہے۔ اسلام نے دونوں کی الگ الگ ذمہ داری معین کی ہے اور دونوں ذمہ داری کسی بھی معاشرہ کے لئے کلیدی حیثیت کی حامل ہے۔

خود یورپ اور امریکہ وغیرہ میں بھی اب یہ آواز اٹھنے لگی ہے کہ مردوں نے ہم کو سبز باغ دکھا کر ہمارا استحصال کیا ہے۔ ایک امریکی نامہ نگار جو حقوق زن کی علمبردار بھی ہے وہ عورتوں کو نصیحت کرتے ہوئے تحریر کرتی ہے کہ ہم نے مردوں کی برابری کی دوڑ میں اپنا اہم ترین سرمایہ کھو دیا ہے اور وہ ہے ماں بننا، یعنی تربیت اولاد۔ خانوادہ کی تربیت، جس کا نتیجہ تربیت معاشرہ ہے۔

انگلینڈ کے حکومتی ریڈیو نے اعلان کیا ہے کہ ہمارے یہاں سب سے زیادہ جس مذہب کو قبول کیا جارہا ہے وہ اسلام ہے اور ان میں عورتیں زیادہ اسلام قبول کر رہی ہیں۔ ایک تازہ مسلمان خاتون نے بتایا کہ اسلام کے احکام اور عورتوں کے سلسلے میں اسلامی نظریات نے ہم کو اسلام قبول کرنے پر مجبور کیا ہے۔[۳]

آج ہمارے یہاں بھی مغربی تبلیغات کا اثر دکھائی دے رہا ہے اور ہندوستان میں بھی آئے دن حقوق نسواں کی باتیں ہوتی ہیں اور وہی پرفریب نعرے سامنے آتے ہیں جو مغربی دنیا میں لگائے جارہے ہیں اور عورتوں کو

۱۔ سورہ احزاب، آیت ۳۵
۲۔ سورہ نحل، آیت ۹۷
۳۔ فصل نامہ تخصصی قرآن، شمارہ ۲۸، ۲۷ ص ۵۹

اکسایا جاتا ہے کہ وہ سوال کریں کہ ہمارے ساتھ یہ دوغلا سلوک کیوں کیا جارہا ہے اور عورتیں جذبات میں آکر اپنے فرائض اور ذمہ داری کو بھول کر گھر سے باہر نکل آتی ہیں۔آج سب سے زیادہ جس پر حملہ کیا جارہا ہے وہ اسلام ہے اور بتایا جارہا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو قیدی بنا کر رکھ دیا ہے۔ اسلام عورتوں کے حقوق کا قائل نہیں ہے وغیرہ۔

اس مقالے میں ان ہی اعتراضات اور سوالات کے جوابات اسلامی نظریہ کے مطابق دینے کی کوشش کی گئی ہے تاکہ بتایا جاسکے کہ اسلام نے جتنی آزادی عورتوں کو دی ہے اور جتنی اہمیت عورتوں کو دی گئی ہے کسی مذہب نے نہیں دی۔ ہاں اسلام اس آزادی کا سخت مخالف ہے جو مغربی دنیا میں رائج ہے۔

(ا) کیوں اسلام مرد و عورت کے درمیان فرق کا قائل ہے؟

اسلام عورت اور مرد کے درمیان مکمل فرق کا قائل نہیں بلکہ بہت سے مقامات ایسے ہیں جنھیں اسلام نے مرد و عورت کے درمیان مشترک قرار دیا ہے ہاں بالکل مساوی کا بھی قائل نہیں اور دنیا کا کوئی انسان عورت اور مرد کو مکمل مساوی نہیں مانتا۔ ہاں کبھی کبھی کچھ غیر معقول، خلاف عقل آواز اٹھتی ہیں کہ عورت اور مرد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے مگر اس دعوے کے منطقی نہ ہونے کی بناپر بہت جلد دب جاتی ہیں۔ اسلام نے بہت سے مقامات پر عورت اور مرد کو مساوی رتبہ دیا ہے۔ جبکہ حقوق زن کے علمبردار نعرے تو برابری کا لگاتے ہیں مگر جب میدان عمل میں آتے ہیں تو سب سے زیادہ وہی عورتوں کا استحصال کرتے ہیں۔

جس اعتبار سے اسلام نے مرد و عورت کو مساوی جانا ہے وہ ہیں:

(۱) **انسانی قدر و قیمت** :قرآن انسانی قدر و قیمت اور شخصیت کے اعتبار سے مرد و عورت کو مساوی درجہ دیتا ہے۔ لہٰذا ارشاد ہوتا ہے "وَ لَقَدۡ کَرَّمۡنَا بَنِیۡۤ اٰدَمَ "[۱]؛ ہم نے بنی آدم کو کرامت عطا کی، عزت بخشی۔ قرآن نے بنی آدم استعمال کیا جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔

(۲) **تخلیق بشر** : "یا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقۡنٰکُمۡ مِّنۡ ذَکَرٍ وَّ اُنۡثٰی "[۲]؛ ہم نے اے بنی آدم تم کو مرد و زن کے ذریعہ خلق کیا۔ یہاں بھی قرآن نے دونوں کو برابری کا رتبہ دیا۔

۱۔ سورہ اسراء، آیت ۷۰ ۲۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳

(۳) **صاحب کرامت** : "اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَاللّٰہِ اَتْقٰاکُمْ "[۱]؛ اللہ کے نزدیک صاحب عزت و کرامت وہی ہے جو صاحب تقویٰ ہے۔ خداوند تعالیٰ نے ایک معیار بنایا ہے اور ممکن ہے کہ کوئی خاتون تقویٰ کے میدان میں مرد سے آگے نکل جائے۔

(۴) **عمل صالح**: "وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثیٰ ۔۔"[۲]؛ جو بھی اعمال صالحہ انجام دے مرد ہو یا عورت وہ مومن ہے۔ ہم اس کو حیات طیبہ سے نوازیں گے۔ اس کے علاوہ سورہ غافر، آیت ۴۰ اور سورہ نساء، آیت ۱۲۴ میں بھی اس قسم کی بات کی گئی ہے جہاں مرد و عورت کو مساوی رکھا گیا ہے۔

قرآن مجید نے عورت و مرد کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے وہ دو صورت میں ہے :

(۱) خلقت کے اعتبار سے

(۲) شرعی تکالیف و حقوق کے اعتبار سے

(۱) **خلقت**: عورت اور مرد کے درمیان قرآن نے جو فرق رکھا ہے وہ جسمانی اعتبار سے ہے۔ البتہ دونوں ایک دوسرے کے لئے مکمل ہیں۔ مرد معمولاً عورتوں سے قوی اور مضبوط ہوتے ہیں جبکہ عورتوں کے یہاں لطافت و عطوفت کا مادّہ پایا جاتا ہے۔ روز اوّل سے مشکل اور سنگین کام مردوں کے ذمہ رکھے گئے ہیں جبکہ امور خانہ داری، تربیت اولاد اور دوسرے آسان کام عورتوں کے ذمہ کئے جاتے ہیں اور یہ امر اگرچہ ظاہراً آسان لگتے ہیں کہ اس میں جسمانی طاقت و قوت کا عمل دخل کم ہے مگر دوسرے اعتبار سے بہت سنگین ہیں۔ اس لئے کہ ایک خوشحال گھرانے کی تشکیل میں عورت ایک اہم عنصر ہے۔

تربیت اولاد بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ بچہ کا پہلا مدرسہ ماں کی آغوش ہوتی ہے اور یہی بچہ یا بچے کسی بھی اچھے یا برے معاشرے کے لئے اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ ماں چاہے تو بچوں کو حر بنادے اور ماں ہی کی تربیت حرملہ بھی بنا دیتی ہے۔ آج ہمارے معاشرے کی سب سے بڑی مشکل یہ ہے کہ اولاد کی وہ تربیت جو اسلام نے چاہی ہے نہیں ہو رہی ہے۔ اس کی اہم ترین وجہ یہ ہے کہ مغربی دنیا نے مرد و عورت کی برابری کا اتنا پروپیگنڈہ کیا کہ ہر عورت آج صرف اس فکر میں ہے کہ ہم مرد سے آگے نکل جائیں یا کم از کم مرد کے برابر آجائیں اور اس تگ و دو نے عورتوں کو گھر سے باہر نکالا جس کے نتیجہ میں امور خانہ داری اور تربیت اولاد سے غافل ہو گئیں۔

۱۔ سورہ حجرات، آیت ۱۳

۲۔ سورہ نحل، آیت ۹۷

دوسری طرف روحانی اعتبار سے پست سے پست تر ہوتی گئیں۔ حیاء وعفت جو عورت کا اہم ترین سرمایہ تھا وہ جاتا رہا۔ حجاب جو حیاء کا پہلا زینہ تھا وہ اسے برا اور ترقی کی راہ میں حائل نظر آنے لگا۔ البتہ یہاں ایک غلط فہمی پیدا کی گئی اور اس کی اتنی تبلیغ کی گئی کہ مسلمان خواتین بھی متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکیں اور وہ ہے امور خانہ داری یعنی گھر میں قید ہو کر رہنا، حالانکہ ایسا بالکل نہیں ہے۔

(۲) **شرعی تکالیف و حقوق:** خداوند تعالیٰ نے عورت اور مرد کو متفاوت خلق کیا ہے۔ لہٰذا ان کے حقوق اور شرعی تکالیف بھی متفاوت ہوں گی۔ مرد کو اگر گھر کے باہر کے امور دیئے گئے ہیں تو عورتوں کو گھر کا مدیر اور مربی بنایا گیا ہے۔ اب جب کہ دونوں کی ذمہ داری الگ الگ ہیں تو حقوق بھی الگ الگ ہوں گے۔ جب ذمہ داری کی بات ہو گی تو یہاں مساوات نہیں بلکہ عدالت کو سامنے رکھا جائے گا اور عدالت کے جو معنیٰ کیئے گئے ہیں۔ "وَضۡعُ الشَّیۡءِ عَلٰی مَحَلِّہٖ"؛ ہر چیز کو اس کی مناسب جگہ پر رکھنا، وہ تقاضہ کرتے ہیں کہ مرد و عورت کے حقوق برابر نہیں ہو سکتے چونکہ دونوں کی ذمہ داری الگ ہے۔

رسول خداؐ کا ارشاد گرامی ہے: "اَلرَّجُلُ سَیِّدُ اَهۡلِهٖ"؛ مرد اہل خانہ کا سید و سردار ہے۔ جبکہ "وَالۡمَرۡأَۃُ سَیِّدَۃُ بَیۡتِهَا"[۱] اور عورت گھر کی سید و سردار ہے۔ اس روایت پر اگر نظر کی جائے تو یہاں بھی اسلام نے مرد و عورت کو برابر کا حصّہ دیا ہے اگر مرد کو سید قرار دیا ہے تو عورتوں کو گھر کے داخلی امور میں سیدہ کا رتبہ دیا ہے لہٰذا مرد کو چاہیئے کہ وہ گھر کے داخلی امور میں عورتوں کو مشورہ تو دے مگر داخلی امور کے تنظیم و اجراء کے لئے اس کی رائے مقدم رکھے۔

اب ہم یہاں یہ نتیجہ لے سکتے ہیں کہ عورت و مرد کے درمیان اسلام نے فرق قائم نہیں کیا ہے بلکہ خلقت کے اعتبار سے دونوں کے درمیان فرق پایا جاتا ہے۔ جسے ہر عاقل اور منطقی انسان قبول کرتا ہے۔

(۲) عورتوں کی دیت مردوں کے مقابلے میں نصف کیوں؟

اسلام دین عدالت اور مساوات ہے اور رسول خداؐ نے فرمایا ہے: "مومن ایک دوسرے کے بھائی ہیں اور دونوں کا خون مساوی ہے"۔[۲] پھر کیوں مرد کی دیت عورت سے زیادہ ہے؟!

دوسری طرف یہ مسئلہ صدر اسلام اور زمانہ قدیم سے مربوط ہے۔ جب خواتین صرف امور خانہ داری میں مصروف رہتی تھیں۔ آج جبکہ خواتین مرد کے شانہ بہ شانہ چل رہی ہیں اور ہر میدان میں وہ چاہے سیاسی ہو،

۱۔ نہج الفصاحۃ، ص ۱۲

۲۔ تفسیر نور الثقلین، ج ۱، ص ۶۵۶

معاشی ہو یا تہذیبی امور ہوں، مردوں کے برابر کام کر رہی ہیں تو ان حالات میں ان کی دیت بھی مردوں کے برابر ہونی چاہئیے۔

اس کا جواب چند جہت سے دیا جا سکتا ہے۔اولاً عدالت اور مساوات میں فرق ہے۔ عدالت یعنی ہر چیز کو اس کی جگہ پر قرار دیا جائے اور قیام عدالت ہی تمام انبیاء کا ہدف رہا ہے۔ یعنی جو جس چیز کا حقدار ہے اسے اس کا وہی حق دیا جائے، مگر مساوات میں ایسا ہر گز نہیں ہے بلکہ مساوات یہ ہے کہ سب کو ایک نگاہ سے دیکھا جائے اور مساوات ہر جگہ درست نہیں ہے۔[1]

لہٰذا مرد اور عورت کے درمیان اس مسئلہ میں عدالت سے کام لیا گیا ہے۔ عدالت یہ ہے کہ دونوں کو ان کی توان و شائستگی کے اعتبار سے حق دیا جائے گا۔ مرد و عورت تخلیقی اعتبار سے ایک دوسرے سے متفاوت ہیں اور دونوں کی ذمہ داری بھی الگ الگ ہے۔ اگرچہ اپنی اپنی جگہ پر دونوں کامل ہیں اور ایک دوسرے کے لئے مکمل مگر دونوں کی ذمہ داریاں الگ الگ ہیں۔ عورت پر نان و نفقہ واجب نہیں ہے جب کہ مرد پر اہل و عیال کا نان و نفقہ واجب قرار دیا گیا ہے۔اور یہ بات بھی واضح ہے کہ دیت انسان کا خون بہا نہیں ہے بلکہ یہ ایک قسم کی مالی سزا قاتل کو دی جا رہی ہے۔ایک انسان جو ایک گھر کی کفالت کر رہا ہے اگر اسے کوئی قتل کر دے تو اسلام نے اسی کا جبران کیا ہے تا کہ مرنے والے کے اہل و عیال مشکلات سے دوچار نہ ہوں۔ دوسری طرف خواتین پر چونکہ نان و نفقہ واجب نہیں کیا گیا لہٰذا ان کی دیت نصف رکھی گئی ہے کہ ان کے قتل سے اہل و عیال کی کفالت پر مالی اعتبار سے کم فرق پڑتا ہے۔ ہاں روحی اعتبار سے جو تکلیف پہنچی ہے اس کا کوئی جبران نہیں ہو سکتا۔اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دیت کی کمی یا زیادتی سے عورت کی قدر و قیمت میں کوئی کمی نہیں آئے گی۔

اب اگر کوئی کہے کہ بعض وقت عورت ہی گھر کے اقتصادی امور کو بھی چلا رہی ہے تو اس صورت میں دیت مرد کے برابر ہونی چاہئیے۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ احکام و قوانین اکثریت کو نظر میں رکھ کر بنایا جاتا ہے اور یہ ساری دنیا کے قانون بنانے والے تسلیم کرتے ہیں اور اہل و عیال کے اخراجات یعنی نان و نفقہ کو مرد کے ذمہ کیا گیا ہے عورت کے نہیں۔ دوسری طرف ہر قانون میں کچھ نہ کچھ استثناءات بھی پائے جاتے ہیں۔ اسی مسئلہ دیت میں اگر قاضی چاہے تو ایسی عورتوں کی دیت کے لئے جو کہ اہل و عیال کے نفقہ کی ذمہ دار ہیں نصف دیت کے ساتھ بیت المال سے جبران مافات کا حکم دے سکتا ہے۔

۱۔ عدل الٰہی، گفتار پنجم؛ نہج البلاغہ، کلمات قصار، ص ۴۲۹

ثانیاً: یہ جو کہا گیا ہے کہ یہ حکم صدر اسلام سے مختص ہے یہ بات قابل قبول نہیں ہے۔اس لئے کہ رسول خداؐ آخری رسول ہیں اور آپ کی شریعت آخری شریعت ہے لہٰذا جو بھی حکم رسول خداؐ لے کر آئے ہیں وہ قیامت تک کے لئے ہے۔ جیسا کہ امام صادقؑ کا قول ہے کہ حلال محمدؐ قیامت تک حلال اور حرام محمدؐ قیامت تک کے لئے حرام ہے۔[۱]

ثالثاً: یہ بات بھی درست نہیں کہ صدر اسلام کی خواتین کا کام صرف امور خانہ داری تھا۔ نہیں، بلکہ بعض خواتین کا کردار بہت ہی برجستہ رہا ہے۔ تاریخ گواہ ہے کہ صدر اسلام یا اس سے پہلے بھی خواتین میدان عمل میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتی تھیں جیسے جناب آسیہ، جناب مریم، جناب خدیجہ، حضرت زہرا، حضرت زینب سلام اللہ علیہن۔

رابعاً: اسلام نے عورتوں کو معاشی امور سے معاف رکھا ہے اور یہ ذمہ داری مردوں کے کاندھے پر ڈالی ہے۔ اس لئے کہ معاش کا مسئلہ سنگین ہے اور اسلام نے ایسے سنگین امور عورتوں پر نہیں ڈالے ہیں۔ایک ذمہ دار مرد حصول مال کے لئے سخت سے سخت کام کر سکتا ہے اور کرتا ہے تاکہ اہل وعیال کو خوش رکھ سکے۔آج دنیا میں جو حقوق نسواں کے علمبردار بنے بیٹھے ہیں وہ بھی عورتوں کو وہ حق نہیں دیتے جو مردوں کو دیتے ہیں۔

اسلام نے تو عورتوں کا خاص خیال رکھا ہے لہٰذا وہ ایام جو عورتوں سے مخصوص ہیں جن میں انھیں ضعف و توانائی کا سامنا کرنا پڑتا ہے نماز جیسی اہم عبادت سے ان کو معاف رکھا ہے اور عورتوں کو اقتصادی امور سے الگ رکھنے کے فلسفوں میں سے شاید ایک فلسفہ یہ بھی ہے کہ ان ایام میں یا حاملگی سے لے کر ولادت تک ان کو آرام کی ضرورت رہتی ہے لہٰذا کیا ان ایام میں گھر والے بھوکے رہیں چونکہ وہ ان ایام میں کام نہیں کر سکتیں اسی لئے شاید ان کے ذمہ نان ونفقہ نہیں رکھا گیا ہے۔

(۳) عورتوں کی میراث مردوں سے کم کیوں؟

آج کل اسلام کے خلاف اٹھنے والے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ کیوں عورتوں کی میراث مردوں کے مقابلے میں نصف ہے۔ کیا یہ عورتوں پر ظلم نہیں ہے۔

اولاً: اسلام کا یہ قانون کہ مرد کو عورتوں کے مقابلے میں دوگنا میراث ملے، ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا بلکہ کبھی کبھی عورت اور مرد کی میراث برابر ہوتی ہے جیسے میت کے ماں باپ اور کبھی کبھی عورت کو تمام میراث ملتی ہے۔[۲]

۱۔ بحار الانوار، ج ۸۹، ص ۱۴۸؛ بصائر الدرجات، ص ۱۴۸؛ اصول کافی، ج ۱، ص ۵۸

۲۔ تفصیل کے لئے مراجع کرام کے رسالہ عملیہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

ثانیاً: عورت کے تمام مخارج مرد پر واجب ہیں چاہے عورت کی آمدنی مرد سے زیادہ ہی کیوں نہ ہو۔
ثالثاً: آل و اولاد کی تمام مالی ذمہ داری مرد پر ہے عورت پر نہیں۔
رابعاً: اگر عورت مرد سے بچوں کو دودھ پلانے کی اجرت مانگے تو مرد پر واجب ہے کہ وہ ادا کرے۔
خامساً: مرد شادی کے وقت دوسرے تمام مخارج کے علاوہ مہر بھی ادا کرتا ہے۔

اس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو مرد زیادہ تر خرچ کرنے والا ہوتا ہے اور عورت پر خرچ کیا جاتا ہے، اسی لئے اسلام نے عورتوں کو میراث میں نصف حصّہ دیا ہے اور یہی عین عدالت ہے اگر یہاں مساوی والا مسئلہ ہوتا تو یہ مرد کے ساتھ ظلم ہوتا۔

امام صادقؑ سے جب اس بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ چونکہ مخارج زندگی، جہاد، مہر اور دوسرے مخارج مرد پر واجب ہیں عورتوں پر نہیں۔[۱]

امام رضاؑ سے جب عورت کی نصف میراث کی وجہ پوچھی گئی تو آپ نے فرمایا چونکہ مرد پر گھر کے تمام مخارج واجب ہیں لہٰذا مرد کا حصّہ زیادہ ہے۔ پھر آپ نے سورہ نساء کی آیت ۳۴ کو دلیل کے طور پر پیش کیا۔[۲]

(۴) دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے کیوں ؟

یورپ کے ایک مجلے میں عورتوں کے سلسلے میں ایک سوال کیا گیا تھا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام میں دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے یا بعض اوقات بالکل عورتوں کی گواہی کو قبول نہیں کیا جاتا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں عورتوں کی قدر و قیمت، مردوں کے مقابلے میں نصف ہے۔

اولاً: اسلام میں گواہ کی جو شرط بیان کی گئی ہے ان میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ عقل، ایمان، عدل، بلوغ۔ اگر ان شرائط پر کوئی مرد پورا نہیں اترتا تو اس کی بھی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔

ثانیاً: جس طرح بعض اوقات عورتوں کی گواہی قابل قبول نہیں اس طرح بعض اوقات مردوں کی بھی گواہی قابل قبول نہیں ہے۔[۳]

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۵، باب الارث
۲۔ علل الشرایع، ج ۲، ص ۳۹۳؛ عیون اخبار الرضا، ج ۲، ص ۹۸، ؛ سائل الشیعہ، ج ۱۵، ص ۲۳۷، ج ۱۷، ص ۴۳۳؛ بحار الانوار، ج ۴، ص ۱۱۵
۳۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۸ و ۲۶ و ۱۶؛ علل الشرائع، ج ۲، ص ۲۷۹

ثالثاً: جن موارد میں عورتوں کی گواہی قبول نہیں ہے وہ ہیں محارب، لواط وغیرہ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ عموماً ایسے مقامات پر عورتوں کا وجود نہ ہونے کے برابر ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی عفت وحیاء اس کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ ایسے امور کے لئے عدالت میں آئے اور گواہی دے اور ممکن ہے کہ جس کے خلاف گواہی دے رہی ہو اس سے جان مال عزت وآبرو کا خطرہ ہو۔ اسلام نے اس کے لطیف روح کو مد نظر رکھتے ہوئے اس سے اس قسم کی گواہی کو قبول نہیں کیا ہے۔ اور اگر بالفرض گواہی دیدے اور قاضی یا جج کے لئے جرم ثابت ہو جائے تو اس کی یہ گواہی قابل قبول ہے۔

دو عورتوں کی شرط اس لئے بھی رکھی گئی ہے کہ ممکن ہے گواہی کے جزئیات ایک عورت کے ذہن میں مکمل طور پر نہ ہوں یا بھول گئی ہو تو دوسری عورت کی مدد سے گواہی مکمل ہو جائے۔

آج وہ لوگ جو حقوق زن کے علمبردار ہیں وہ کتنا عورتوں کی گواہی کو اہمیت دیتے ہیں یا ان کے یہاں عورتوں کا کیا مرتبہ ہے۔ انھوں نے تو عورتوں کو گھر کی چہار دیواری سے نکال کر اپنی ہوا و ہوس کا شکار بنایا ہے اور جہاں جہاں لوگوں کو مجذوب کرنا ہوتا ہے وہ عورتوں کو بٹھاتے ہیں اور اسلام پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ عورتوں کے حقوق کا خیال نہیں رکھتا!

(۵) ماں کی قضا نماز کیوں واجب نہیں ؟

یہ وہ اعتراض ہے کہ جو خود ہمارے یہاں نوجوان لڑکے اور لڑکیوں کے ذہن میں آتا ہے اور علماء سے سوال کیا جاتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ :

اولاً: ہمارے یہاں بہت سی روایات موجود ہیں جن میں عورت اور مرد کے درمیان فرق نہیں رکھا گیا۔ امام صادقؑ فرماتے ہیں اگر کسی کی نماز قضا ہو گئی ہے اور وہ بغیر ادا کئے اس دنیا سے چلا جائے تو جو میت کے قریب ترین افراد ہیں وہ اس کی طرف سے قضا بجالائیں۔[۱]

ثانیاً: بہت سے مراجع کرام نے ماں کی قضا نماز بھی ادا کرنے کو واجب قرار دیا ہے۔ آیات عظام مرحوم اراکی، گلپایگانی، صافی، فاضل لنکرانی اور موجودہ مراجع کرام میں آقای مکارم شیرازی، مظاہری، رہبر معظم ان میں سے کسی نے مطلقاً اور کسی نے احتیاطا واجب کی شرط کے ساتھ واجب قرار دیا ہے۔ آقای وحید خراسانی اور آقای سیستانی نے واجب نہیں قرار دیا مگر کہتے ہیں کہ قضا پڑھنا یا پڑھوانا بہتر ہے۔[۲]

۱۔ وسائل الشیعہ، ج ۵، ص ۳۶۸؛ مستمسک العروۃ الوثقیٰ، ج ۷، ص ۱۲۷؛ بحار الانوار، ج ۸۸، ص ۱۳۳

۲۔ توضیح المسائل مراجع، مسئلہ ۱۳۹۰

(۶) کیوں لڑکیاں لڑکوں سے پہلے سن تکلیف تک پہنچ جاتی ہیں؟

یہ سوال بھی مذکورہ سوال کی طرح خود ہماری بہنیں پوچھتی ہیں کہ کیوں لڑکیاں، لڑکوں سے چھ سال پہلے احکام شرعی کو انجام دیں؟ کیا یہ لڑکیوں کے لئے مشقت اور لڑکوں کے لئے ایک امتیاز نہیں ہے؟

جواب:

امام سجادؑ کا ارشاد گرامی ہے کہ "خدا کی سب سے بڑی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ ہے کہ وہ ہم کو اپنا مخاطب بنالے"۔[1]

سن تکلیف کو پہلے پہنچنا در حقیقت یہ مشقت نہیں بلکہ لڑکیوں کے لئے امتیاز ہے کہ خدا نے لڑکوں سے پہلے انھیں اپنے ذکر کے قابل سمجھا اور یہ ذکر کے قابل سمجھنا خود فکری بلوغ کی بھی علامت ہے۔ یعنی خداوند متعال نے لڑکوں سے پہلے لڑکیوں کو فکری اعتبار سے کامل سمجھا اسی لئے ان سے شرعی احکام و قوانین پر عمل کرنے کا تقاضہ پہلے کیا۔

دوسرے یہ کہ لڑکیوں کو ایک نسل کی مربی بننا ہے لہٰذا ان کی تربیت پہلے سے کی جاتی ہے۔

تیسرے یہ کہ بعض حالتوں میں وہ عبادت سے محروم ہو جاتی ہیں اس لئے ان پر پہلے سے ذمہ داری عائد کر دی جاتی ہے کہ وہ کسی سے مجموعی عمل میں پیچھے نہ رہ جائیں۔

اور دنیاوی اعتبار سے بھی آج محققین کا نظریہ بھی یہ ہے کہ لڑکیاں لڑکوں سے پہلے اپنی زندگی کو سنبھالنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ مثلاً ایک ۱۶ سال کی لڑکی اپنے گھر کو چلا سکتی ہے مگر لڑکوں کے اندر بہت کم یہ صلاحیت پائی جاتی ہے۔[2]

(۷) کیوں عورت مرجع تقلید نہیں ہو سکتی؟

اولاً: مرجعیت کے مقام تک پہنچنے کی جو شرط ہے وہ فقاہت اور عدالت ہے اور اس شرط کے حصول میں مرد و عورت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ عورت بھی فقیہ ہو سکتی ہے اور عادل ہو سکتی ہے لیکن مرجعیت ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ اتنی بڑی کہ ہمارے بزرگ مراجع کرام اس ذمہ داری کو اٹھانے سے گریز کرتے تھے۔ لہٰذا اس کی سنگینی کے مد نظر اسلام نے عورتوں کو سبکدوش رکھا ہے۔ عورت ایک جنس لطیف کا نام ہے۔

۱۔ مفاتیح الجنان، مناجات ذاکرین

۲۔ حکمت روزہ، ص ۷۲؛ بحارالانوار، ج ۸۵، ص ۱۳۵؛ وسائل الشیعہ، ج ۷، ص ۱۴۸؛ من لایحضرہ الفقیہ، ج ۲، ص ۴۸

امام علیؑ فرماتے ہیں: فَاِنَّ الْمَرأَۃَ رَیْحَانَۃٌ وَ لَیْسَتْ بِقَھرمَانَۃٍ۔ عورت ایک پھول ہے کانٹا نہیں[۱]۔ امام علیؑ کے اس قول کے مطابق خداوند تعالیٰ نے اس کی فطرت کے اعتبار سے اسے اس ذمہ داری سے دور رکھا ہے۔

عورت کے لئے یہی فخر کیا کم ہے کہ وہ خود تو مرجع تقلید نہیں ہو سکتی مگر مرجع تقلید اس کی آغوش میں پرورش پاتا ہے۔ مراجع کرام کے زندگی نامے پڑھنے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زندگی میں ماں کا کتنا اہم کردار رہا ہے۔

(۸) کیا عقل کے اعتبار سے عورت اور مرد میں فرق ہے؟

ایک اہم ترین اعتراض دشمنوں کی طرف سے اسلام پر یہ ہوتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو ناقص العقل کہا ہے اور ان روایات کو پیش کیا جاتا ہے جو ہمارے ائمہ کی طرف سے نقل ہوئی ہیں۔

جواب:

اولاً: یہ مذمت جو روایات میں آئی ہے اس سے وجود خواتین پر کوئی حرف نہیں آتا ہے۔اس لئے کہ قرآن کے بیان کے مطابق عورت اور مرد دونوں وجود کامل ہیں۔

ثانیاً: اس قسم کی مذمت باتقویٰ خواتین کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ مردوں کو متوجہ کیا جارہا ہے کہ بے تقویٰ عورتوں کے فریب میں نہ آئیں اور یہ حکم صرف عورتوں کے لئے مخصوص نہیں ہے بلکہ عورتوں کو بھی متوجہ کیا گیا ہے کہ منافق، بے دین، بخیل اور جھوٹے مردوں کے دھوکے میں نہ آئیں۔

ثالثاً: شہید مطہری فرماتے ہیں کہ یہ جو عورتوں کو ناقص العقل کہا گیا ہے اس سے مراد کم عقلی نہیں ہے بلکہ جسمانی اعتبار سے مردوں سے کم طاقت رکھتی ہیں اس لئے ان کو ناقص کہا گیا ہے۔

رابعاً: اس قسم کی مذمت جو روایت میں موجود ہے وہ کسی خاص تناظر کے مد نظر ہے۔ مگر اسلام دشمن افراد سیاق و سباق کو چھوڑ کر بس اپنے مطلب کی بات لے لیتے ہیں اور اسے بڑا بنا کر پیش کرتے ہیں تاکہ اسلام پر حملہ کیا جاسکے۔

خامساً: مولائے کائنات سے اس روایت کے بارے میں جب سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا یہ نقص عقلی نہیں بلکہ عورتوں پر ہر مہینہ کچھ دن ایسے آتے ہیں کہ وہ عبادت سے معذور ہوتی ہیں لہٰذا انھیں ناقص کہا گیا ہے نہ کہ عقل کے اعتبار سے ناقص ہیں۔

۱۔ نہج البلاغہ، مکتوب ۳۱

سادساً: چونکہ یہ روایت خود امیر المؤمنین سے ہے للذا آپ نے ہی اس کی توجیہ بھی فرمائی ہے، اگرچہ رسول خدا سے بھی اس طرح کی روایت نقل ہوئی ہے۔ امامؑ کا یہ خطبہ جنگ جمل کے بعد دئے گئے خطبوں میں سے ایک ہے اور آپ کا اشارہ ایک خاص موقعہ اور زمانے اور شخص کے لئے تھا۔[1]

آپ نے جو توجیہ فرمائی ہے وہ بھی اس خطبے میں موجود ہے۔ آپ نے فرمایا ناقص الایمان اس لحاظ سے ہیں کہ ان کے لئے کچھ خاص ایام آتے ہیں جس میں وہ نماز و روزہ سے معذور ہوتی ہیں۔ یعنی نقص عقل سے مراد نقص ایمان ہے۔

(۹) لڑکیوں کو شادی کے لئے سرپرست کی اجازت کیوں ضروری ہے؟

اسلام پر ہونے والے اعتراضات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کیوں لڑکی اپنی پسند سے شادی نہیں کر سکتی۔ کیوں باپ یا سرپرست کی اجازت ضروری ہے۔ کیا یہ صنف نازک کی توہین نہیں ہے؟

جواب:

اولاً: اس مسئلہ پر سارے مراجع کرام متفق نہیں ہیں بلکہ بعض فقہاء کچھ حالات میں اس اجازت کو ضروری نہیں جانتے۔

ثانیاً: یہ جبر نہیں ہے اور نہ ہی توہین ہے بلکہ یہ ایک مشورہ ہے کہ لڑکی اس عمر میں جذباتی ہوتی ہے اور باریک بینی سے مسائل کو نہیں سمجھ پاتی للذا وہ لوگ جو اہل فکر و نظر ہیں (لڑکی کے سلسلے میں باپ دادا سے بہتر کون ہوگا) ان سے مشورہ کیا جائے۔ حالات اور تمام جوانب کو مد نظر رکھ کر لڑکی کے لئے بہترین رشتہ کو قبول کریں۔

ثالثاً: اسلامی قانون کے مطابق پسند لڑکی کی ہی ہوگی للذا سیرت و تاریخ نیز روایات میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب لڑکی کا رشتہ آئے تو سرپرست بیٹی کی مرضی کو مد نظر رکھے نیز یہ کہ خود آخری مرحلہ میں یعنی نکاح کے وقت جیسے لڑکوں سے اجازت لی جاتی ہے وکالت کے لئے اسی طرح لڑکیوں سے بھی اذن وکالت لازم ہے اور وہ بھی لڑکے سے پہلے۔

رابعاً: ہر باپ اپنی بیٹی کے لئے (جس کو اس نے محنت و مشقت لاڈ و پیار سے پالا ہے) بہتر سے بہتر رشتے کی تلاش میں رہتا ہے تاکہ اس کی بیٹی دینی اور دنیاوی اعتبار سے خوشحال زندگی گزار سکے۔

۱۔ تذکرۃ الخواص، سبط ابن جوزی، ص ۷۹

خامساً: اکثر و بیشتر اخباروں اور ذاتی مشاہدات کے ذریعہ دیکھنے اور سننے کو ملتا ہے کہ جنھوں نے بغیر والدین کو درمیان میں رکھے ہوئے شادی کی ہے بہت جلد مشکلات سے دوچار ہو گئے ہیں اور بات طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔

شہید مطہری فرماتے ہیں کہ اذن پدر یا سرپرست لڑکیوں کی کم عقلی کی بنا پر نہیں ہے نہ ہی ان کی توہین مقصود ہے۔ اصل میں یہ مسئلہ نفسیات سے تعلق رکھتا ہے۔ چونکہ مرد شہوت پرست ہے اور عورت اسیر محبت، لہٰذا صنف نازک مردوں کے ظاہری رکھ رکھاؤ سے جلدی متاثر ہو جاتی ہیں جبکہ بڑے بزرگ ظاہر کے ساتھ ساتھ دوسرے جوانب بھی نظر میں رکھتے ہیں۔[1]

رسول خداؐ نے اسی نفسیاتی مسئلے کو ۱۴۰۰ سال پہلے بیان کیا ہے کہ مرد جب کسی عورت سے کہتا ہے کہ میں تم سے محبت کرتا ہوں تو یہ جملہ کبھی بھی عورت کے دل سے محو نہیں ہوتا۔[2]

مرد حضرات عورتوں کے اسی نفسیات اور جذبات سے کھلواڑ کرتے ہیں چونکہ عورت جلدی یقین کر لیتی ہے لہٰذا وہ بہت جلد اس دام محبت میں پھنس جاتی ہے۔ اسلام نے اسی لئے نکاح و شادی جو پوری زندگی کا مسئلہ ہے اس میں بزرگوں کو مشورہ کے لئے شامل کیا ہے اور یہ لڑکی کی تحقیر نہیں بلکہ اس کی حمایت ہے، اس کی آئندہ آنے والی زندگی کی ضمانت ہے۔ البتہ اسلام نے لڑکیوں کو بالکل بے دست و پا بھی نہیں کیا ہے بلکہ ان کی رضایت کو بھی مد نظر رکھا ہے۔

جناب سیدہ کونین حضرت زہرا سلام اللہ علیہا کے لئے جب بھی رشتہ آیا ہے، رسول خداؐ نے آپ کی مرضی کو اہمیت دی ہے۔ اسلام نے مکمل اجازت دی ہے کہ لڑکے لڑکی ایک دوسرے کو سمجھیں، پہچانیں مگر یہ اجازت نہیں دی کہ آپ سڑکوں پر، پارکوں میں، فیسبوک اور واٹس اپ پر ایک دوسرے کو دیکھیں، سمجھیں اور کہہ دیں کہ ہم نے تو دیکھ لیا سمجھ لیا۔ یہ ایک خانوادہ کے مستقبل کا مسئلہ ہے، پوری ایک نسل کا مسئلہ ہے اس لئے اسلام نے اجازت دی کہ دینی، دنیاوی، جسمانی، فکری اعتبار سے ایک دوسرے کو دیکھیں سمجھیں تاکہ مستقبل میں مشکلات کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

(۱۰) اسلام نے حق طلاق مردوں کو کیوں دیا؟

دشمنان اسلام کی طرف سے یہ اعتراض بھی بڑی شد و مد کے ساتھ اٹھایا جاتا ہے کہ اسلام میں عورتوں کو کسی قسم کا اختیار نہیں ہے۔ مرد جس طرح اسے چاہے استعمال کرے پھر چھوڑ دے یا پھر ہمیشہ اس کو اسیر بنائے رکھے اور وہ مرد کی تمام زیادتیوں کے باوجود مجبور و مقہور ہو کر زندگی گزارے۔

۱۔ نظام حقوق زن در اسلام، ص ۹۵-۹۶ ۲۔ وسائل الشیعہ، ج ۱۴، ص ۱۰

جواب:

اولاً: اسلامی تعلیمات میں اس قسم کا تصور ہے ہی نہیں جبکہ اس کے مقابلے میں آیات و روایات میں بے شمار مقامات پر حکم دیا گیا ہے کہ اپنی بیویوں کے ساتھ بہتر انداز سے زندگی گزارو اور اگر طلاق کی نوبت آجائے تو ان کا حق ادا کر کے انھیں الگ کردو اور اگر ایسا نہیں کروگے تو عورتوں کو حق ہے کہ وہ حاکم شرع سے رجوع کر کے خود طلاق کی درخواست کریں۔

اسلام نے جہاں جہاں بھی طلاق کی بات کہی ہے وہاں عورتوں کے حق کا بھی ذکر کیا ہے اور ساتھ ساتھ خوش اسلوبی کا بھی۔[۱]

ثانیاً: کچھ شرطوں کے ساتھ مرد کو حق طلاق دیا گیا ہے اگر وہ ان شرائط پر عمل نہ کرے تو اسلام نے عورت کو حق دیا ہے کہ وہ مرد سے طلاق طلب کرے۔ یا یہ کہ خود عورت کو عقد کے وقت یہ حق دیا گیا ہے کہ وہ شرط کردے کہ اگر مرد حقوق کی ادائیگی نہ کرسکے یا عورت پر ظلم و زیادتی کرے تو عورت کو طلاق کا حق ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی ادارے کا سرپرست ہو جائے تو اسے یہ حق نہیں ہے کہ جو چاہے وہ انجام دے بلکہ جن شرطوں کے ساتھ اسے سرپرست بنایا گیا ہے اگر ان شرائط کو مد نظر نہ رکھے تو اسے سرپرستی سے ہٹایا جاسکتا ہے۔

امام خمینیؒ فرماتے ہیں کہ جس طرح مردوں کو حق طلاق دیا گیا ہے عورتوں کو بھی حق طلاق حاصل ہے۔[۲]

ثالثاً: ماہر نفسیات کہتے ہیں کہ عورتوں میں مرد کے مقابلے صبر و تحمل کا مادہ کم پایا جاتا ہے۔ اگر یہ حق عورتوں کو دیا گیا تھا اور تھوڑا سا ماحول خراب ہوتا تو وہ فوراً طلاق کے لئے اقدام کردیتی۔ جب کہ اسلام نے آخری حل طلاق کو قرار دیا ہے۔ مبغوض ترین حلال اسلام میں طلاق ہے۔

رابعاً: طلاق کے لئے شرط ہے کہ مرد پہلے عورت کے حقوق کو ادا کرے جیسے مہر لہٰذا مہر ادا نہ کرنے کی صورت میں مرد، طلاق نہیں دے سکتا۔ اسلام نفسیات سے قریب ہو کر گفتگو کرتا ہے یعنی اسلام نہیں چاہتا کہ طلاق کی شرح زیادہ ہو اسی لئے طلاق کے لئے سنگین شرطیں رکھی ہیں۔ مثال کے طور پر اگر مہر ادا نہیں کرسکتے تو طلاق بھی نہیں دے سکتے۔

۱۔ سورۂ بقرہ، آیات ۲۴۲-۲۲۶-۳۲، اور پورا سورۂ طلاق

۲۔ زن از دیدگاہ امام خمینیؒ، صحیفہ نور، ج ۵، ص ۱۵۲-۱۵۳

(۱۰) اسلام کی نگاہ میں عورت کا مرتبہ اور عظمت کیا ہے؟

دین مبین اسلام نے عورتوں کو جو مقام و منزلت عطا کی ہے کسی اور مذہب و مکتب نے نہیں دی۔ جو لوگ آزادی زن کے نعرے بلند کرتے ہیں وہ بھی عورتوں کو وہ حق نہیں دے سکے جو ان کا واقعی حق ہے بلکہ انھوں نے تو عورتوں کو سر بازار لاکر سوائے ان کے استحصال کے کچھ بھی نہیں کیا۔ جب کہ اسلام نے عورتوں کو وہ آزادی دی ہے جو ان کا حق تھا۔ عفت و حجاب و حیاء کے ساتھ ساتھ ہر میدان میں ان کو حاضر رہنے کی تائید کی ہے۔

رسول خداؐ اور ائمہ طاہرین علیہم السلام نے جو عزت عورتوں کو دی ہے وہ دنیاوالوں کے تصور سے باہر تھی۔ جہاں عورتوں کو باعث ذلت سمجھا جارہا تھا وہاں بیٹیوں کی تعظیم و تکریم کر کے ان کو عزت و عظمت بخشی ۔ اسلام نے انھیں حیاء، عفت، حجاب و عفاف کے دائرے میں رکھتے ہوئے آزادی دی اور ساتھ ساتھ امور خانہ داری کی بھی تاکید کی تاکہ خانوادہ بے راہ روی اور انتشار کا شکار نہ ہو سکے۔ عورتوں کو ان کے حقوق کے ساتھ ساتھ ان کو ان کے فرائض بھی یاد دلائے کہ ان کا اصلی فریضہ کیا ہے۔

منابع و مآخذ

- قرآن کریم
- نہج البلاغہ، ترجمہ مرحوم علامہ جوادیؒ
- نہج الفصاحۃ، سخنان گہر بار پیامبر اعظم، ترجمہ ابراہیم احمد آیان، کانون صبا، ۱۳۸۵
- تفسیر نور الثقلین، عبد علی مطبہ العلمیۃ، ۱۳۸۳ھ
- عدل الٰہی، شہید مطہری، انتشارات صدرا، ۱۳۹۹ھ
- اصول کافی، محمد یعقوب کلینی، دارالتعارف للمطبوعات، ۱۴۱۱ھ
- بحارالانوار، علامہ مجلسی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۴۰۳ھ
- بصائر الدرجات، صفار قمی، شرکۃ الاعلمی، بیروت
- علل الشرائع، شیخ صدوق، مکتبہ الداوری، ۱۳۷۸
- عیون اخبار الرضا، شیخ صدوق، پیام علمدار، ۱۴۲۸ھ
- من لایحضرہ الفقیہ، شیخ صدوق، دارالاضواء، بیروت، ۱۴۱۳ھ
- حکمت روزہ، عبدالعزیز زادہ
- توضیح المسائل، مراجع بنی ہاشمی، خمینی، انتشارات اسلامی، جامعہ مدرسین، ۱۳۰۸
- مفاتیح الجنان، شیخ عباس قمی، ترجمہ ناظم علی خیر آبادی

❖ مستمسک عروۃالاوثقی، محسن حکیم، مکتبہ آیۃاللہ مرعشی نجفی
❖ تذکرۃالخواص، سبط ابن جوزی، چاپ جدید، ۲۰۱۲ عیسوی
❖ صحیح بخاری، ج ا، ص ۶۸، بخاری دار التعلم، ۱۴۰۷ھ
❖ مقام زن دراسلام، استاد مرتضٰی مطہری، انتشارات صدرا
❖ صحیفہ نور، روح اللہ الموسی الخمینیؒ